ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan- March, 2026.Page#7040-7050
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Contemporary Trade Relations With Dar-Al-Harb : An Analytical and Research Study in the Light of Alsiyar Ul Kabir

عصر حاضر میں دار الحرب والوں کے ساتھ تجارتی تعلقات: السّیر الکبیر کی روشنی میں تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Zia Ul Haq
PhD Scholar in Islamic Studies at Shaheed BB University Sheringal Dir Upper
ziamashkili@gmail.com
Dr. Aminullah
Assistant Professor and HOD Islamic Studies at SBB University Sheringal Dir Upper
amin@sbbu.edu.pk

Abstract:
This research study explores contemporary trade relations with *Dar al-Harb* in the light of *Al-Siyar al-Kabir*, focusing on Islamic legal principles governing commerce with Non-Muslim states, especially Dar al-Harb. It analyzes classical rulings on trade, entry into Dar al-Harb, and restrictions on strategic goods, while evaluating their relevance in present-day international trade. Using an analytical approach, the research examines the views of classical jurists, particularly Imam Muhammad bin Hasan al-Shaybani, and connects them with modern economic and legal frameworks. The study indicates that Islamic jurisprudence permits trade with Non-Muslim states, including Dar al-Harb, under ethical and strategic constraints to ensure the protection of Muslim interests and security. It concludes that *Al-Siyar al-Kabir* provides a flexible and comprehensive framework for regulating contemporary international trade in accordance with Shariah principles and international norms.

Keywords: Dar al-Harb, Al-Siyar al-Kabir, Islamic Jurisprudence, Contemporary Trade, Strategic Restrictions, Muslim–Non-Muslim Commerce.

تمہید

ہمارے اس تحقیقی مضمون کا بنیادی مقصد آج کل کے حالات وواقعات کے تناظر میں دار الحرب والوں کے ساتھ خرید و فروخت کی شرعی حیثیت کو السیر الکبیر کی روشنی میں واضح کرنا ہے، کیوں کہ آج کل کے جنگی حالات نے اس موضوع کی اہمیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے، لیکن اس مضمون کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دار الحرب کی اصطلاح سے واقفیت حاصل ہو اور ساتھ ساتھ السیر الکبیر کی پہچان بھی ہو، کیوں کہ فقہ اسلامی میں بین الاقوامی تعلقات پر لکھی جانے والی سب سے پہلی منظم اور مستند کتاب السیر الکبیر ہی ہے، اور اس میں حربیوں کے ساتھ تجارتی تعلقات پر بھی تفصیل سے امام محمدؒ نے گفتگو کی ہے، لہذا اس مضمون کو سمجھنے کیلئے ان دونوں (دار الحرب اور السیر الکبیر) سے واقفیت ضروری ہے۔

دار الحرب کے لغوی معنیٰ

یہ ایک فقہی و اجتہادی اصطلاح ہے اور مرکب اضافی ہے یعنی دو لفظوں سے مل کر بنا ہے اور دونوں عربی زباں کے الفاظ ہیں، ایک لفظ دار ہے اور دوسرا الحرب ہے، دار مضاف ہے اور الحرب مضاف الیہ ہے۔دار، لغوی معنی کے اعتبار سے گھر، مکان، رہنے کی جگہ، شہر اور قبیلہ وغیرہ کو کہا

جاتاہے۔[1] اورالحرب کے لغوی معنی ہیں لڑائی، جنگ کرنا، یہ لفظ مؤنث ہے کبھی مذکر استعمال کرتے ہیں۔[2] اس طرح دار الحرب کے لغوی معنی ہونگے، لڑائی کا گھر، لڑائی کی جگہ۔

اصطلاحی معنی

دار الحرب کی اصطلاحی تعریفات میں اگرچہ فقہاء کرام کا اختلاف ہے، لیکن مجموعی طور پر اکثر فقہاء نے جو اس کی تعریفات نقل کی ہیں ان کی روشنی میں جو اس کا مفہوم بنتاہے وہ کچھ اس طرح ہے؛

"وہ غیر مسلم ریاست جس پر کفار کو تسلّط حاصل ہو اور انہی کے احکام کا وہاں غلبہ ہو، مسلمانوں کو وہاں تحفظ حاصل نہ ہو بلکہ خوف وہراس کی حالت میں ہوں، اور مسلم ریاست کے ساتھ اس کا کوئی معاہدہ یا صلح وغیرہ نہ ہو[3]"۔

اور تقریبا اسی مفہوم کو عبد العزیز المبروک نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیاہے؛

"وھٰذا ما صرّح بہ الفقہاء فقالوا : انّ دار الحرب ھی الدّار الّتی یتسلّط علیہا الکفارو تغلب فیہا احکامہم و یخاف فیہا المسلمون من الکفار "۔[4]

ترجمہ: اور یہ وہ ہے جس کی وضاحت فقہاء کرام نے کی ہے کہ دار الحرب وہ علاقہ ہے جس پر غیر مسلموں کو تسلط حاصل ہو اور ان کے احکامات کا وہاں غلبہ ہو اور اس علاقہ میں مسلمان کفار سے خوف زدہ ہوں۔

بعض معاصر فقہاء جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ الزّحیلی، ڈاکٹر ابو زہرہ ہیں، انہوں نے کہاہے کہ دار الحرب وہ ریاست یا علاقہ ہے جس نے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کیا ہو، یعنی ان کے نزدیک دار الحرب وہ ریاست ہے جو باقاعدہ طور پر مسلم ریاست کے ساتھ بر سر جنگ ہو۔

دار الحرب : (Enemy Territory) اراضیٌ الدّولۃ الکافرۃ ٌ الّتی اعلنت الحربَ علیٰ المسلمین۔[5]

فقہی اعتبار سے بنیادی طور دار یعنی ریاست کی تین قسمین ہوتی ہیں[6] (دار الاسلام، دار الکفر اور دار الحرب) اور ان میں سے ہر ایک کے بعض احکامات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اس طرح دار الحرب کے بھی بہت سے ایسے احکامات ہیں جو کہ دار الاسلام اور دار الکفر کے احکامات سے یکسر مختلف ہیں۔

السّیر الکبیر۔

امام محمدؒ جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں، انہی نے فقہ حنفی کو منظم ومرتب طریقہ سے محفوظ کرکے ہم تک پہنچایا، خاص کر فقہ حنفی کی چھ سب سے بنیادی اور مصادر کتب (ظاہر الروایۃ) تمام کے تمام امام محمدؒ ہی کی تصنیفات ہیں، اور ان میں سے ایک تصنیف "السّیر الکبیر" بھی ہے، صرف فقہ اسلامی میں نہیں بلکہ عالمی دنیا میں بین الاقوامی تعلقات پر لکھے جانے والے سب سے منظم، مستند کتاب اور اوّلین کتاب کا درجہ بھی اسی کو حاصل ہے، اس میں بین الاقوامی تعلقات کے تمام مضامین کا احاطہ کیا گیاہے، ان مضامین میں سے ایک مضمون "دار الحرب والوں کے ساتھ تجارتی تعلقات" کا بھی ہے، اور ہمارے اس تحقیقی مضمون کا مقصد اسی کا عصر حاضر کے تناظر میں تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ ہے۔ کیوں کہ یہ کتاب آج سے تقریبا بارہ سو سال قبل لکھی گئی تھی، اُس وقت کے حالات وواقعات اور آج کل کے حالات وواقعات میں بہت زیادہ حد تک تبدیلیاں آچکی ہیں اور ان تبدیلیوں کا فقہی احکامات پر بھی اثر ہوتاہے، لہذا یہ وقت کی ضرورت ہے کہ ان احکامات کا از سر نو جائزہ لیاجائے۔

دار الحرب والوں کے ساتھ تجارتی تعلقات سے متعلق السیر الکبیر کے احکامات۔

اس سلسلہ میں امام محمدؒ نے اپنی اس کتاب میں کئی ابواب (مثلاً دار الحرب میں کیا لے جانا مکروہ ہے، دار الحرب کے ساتھ مسلم مستامن کے معاملات، دار الحرب میں کس چیز کی تجارت حلال ہے) کے اندر مختلف اصولوں، مسائل، تفریعات اور جزئیات کی وضاحت کی ہے، ان تمام کو ترجمہ کے ساتھ نقل کرنا اور پھر ان کی تشریح کرنا بہت ہی زیادہ طوالت کا باعث ہوگا، اس لئے اس مضمون میں ہم امام محمدؒ کے دار الحرب والوں کے ساتھ تجارتی تعلقات سے متعلق ذکر کردہ بنیادی اصولوں اور اہم احکامات کو نقل کرکے دور حاضر کے تناظر میں ان کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے۔

خریدوفروخت سے متعلق شریعت کا بنیادی اصول۔

سب سے پہلا اور اہم اصول دین اسلام کا یہ ہے کہ تجارت میں خریدنے والے اور بیچنے والے کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ خرید وفروخت ہونے والی اشیاء کو دیکھا جاتا ہے، اگر وہ پاک، حلال اور جائز ہے اور طریقہ کار بھی جائز ہو تو کسی کو بھی فروخت کرنا اور کسی سے بھی خریدنا جائز ہوتا ہے؛

یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَاتَاکُلُوا اَموَالَکُم بَینَکُم بِالبَاطِلِ اِلَّا اَن تَکُونَ تِجَارَۃً عَن تَرَاضٍ مِنکُم۔[7]

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ الّا یہ کہ آپس کی رضامندی کے ساتھ تجارت ہو۔

"و امّا فیما سویٰ ذلک فالمُعاملۃ فی دار الحرب و دارالاسلام سواءٌ فی حقِّ المسلم"۔[8]

ترجمہ: اور اس کے علاوہ پس مسلمان کے حق میں دار الحرب اور دار الاسلام میں معاملہ ایک جیسا ہی ہے۔

البتہ بعض دفعہ خارجی وجوہات یعنی حالات وواقعات کی وجہ سے کچھ مخصوص اشیاء کو یا کچھ مخصوص افراد کے لئے خرید وفروخت کو بہتر یا ناپسندیدہ یا ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے، اسی سلسلہ میں السیر الکبیر کی چند عبارات درجہ ذیل ہیں۔

اس وجہ سے درحقیقت فی نفسہ اہل حرب والوں کے ساتھ کاروباری تعلقات رکھنا امام محمدؒ کے نزدیک بھی جائز اور مباح ہے، جیسا کہ خود امام محمدؒ السیر الکبیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں؛

"و لابأس بأَن یبیع المسلمونَ من المشرکین ما بدا لہم من الطّعام و الثّیابِ و غیر ذٰلک اَلّاالکراع و السبیّ ، سواءٌ دخلوا الیھم بِامانٍ او بغیرِ امانٍ ، ثُمّ ھٰذا الحکم اِذا لم یحاصروا حِصناً من حصونہم، فامّا اِذا حاصروا حصناً من حصونھم فلاینبغی لہھم اَن یبیعُوا مِن اھل الحِصن طعاماً و لا شراباً وّ لا شئیاً ممّا یقوّیھم علیٰ المقامِ، و من فعلہٗ فعلمَ بہ الاِمام ادّبہ علیٰ ذٰلک لِارتکابِہٖ مالایحلُّ "۔[9]

ترجمہ: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مسلمان مشرکین کو اشیاء خورد ونوش، لباس اور اس کے علاوہ کوئی اشیاء فروخت کریں، سوائے ہتھیار، گھوڑے اور قیدی کے، چاہے پناہ لیکر ان کے ہاں گیا ہو یا بغیر پناہ، دونوں برابر ہیں، اور پھر یہ درجہ بالا حکم اُس وقت ہے جبکہ دشمن کے کسی قلعہ کا محاصرہ نہ کیا گیا ہو، اور اگر اُن کے قلعوں میں سے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا گیا ہو تو ایسی صورت حال میں مناسب نہیں ہے کہ قلعہ والوں کو کھانے پینے کی اور کوئی بھی ایسی چیز فروخت کی جائے جو ان کے ثابت قدمی کو قوت فراہم کرے، اور جس کسی نے ایسا کیا اور امام کو بھی معلوم ہو جائے تو امام کو چاہئے کہ اس کی تادیب کرے غیر حلال فعل کے ارتکاب کی وجہ سے۔

اسی مسئلہ کی تشریح میں علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں، کہ محاصرہ کا مقصد یہ ہے کہ ان کا کھان وغیرہ ختم ہو اور وہ مجبوراً اللہ کے حکم کے سامنے تسلیم خم کرلیں، تو ایسی صورت حال میں ان کو کھان وغیرہ پہنچانا گویا کہ ان کو ثابت قدم کرنا ہے۔

اگرچہ فی نفسہ ان کے ساتھ خرید وفروخت جائز اور مباح ہے لیکن بہتر اور مناسب یہی ہے کہ ان کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہ رکھا جائے کہ جس سے ان کو کسی بھی طرح کا فائدہ پہنچتا ہو، اسی کو السیر الکبیر میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے؛

" قَد بیّنا اَنّہ لایسحبُّ للمسلمین اَن یدخلوا دارَالحربِ شیئاً ممَّا فیہ منفعۃٌ اھل الحرب، فاِن ادخلوا ذٰلک دارھم لم یْمنعوا ماَ خلاالکراعِ والسّلاحِ و نعنی بِالکراع الخیل والبغال والحمیر والابلِ والدّوابُ الّتی یُحمل علیھا المتاع ۔ونعنی بِالسّلاح ما یکون معدّاً للقتال بہ ومایکون مِن جیس الحدیدِ۔ فاِنَّ ذٰلک یقوّیھم علیٰ قتالہم المسلمینَ وقدأمرنا بدفع قتالھم "۔[10]

ترجمہ: بیشک اس سے قبل ہم نے ذکر کیا ہے کہ، بہتر نہیں ہے اہل ایمان کے واسطہ کہ دار الحرب میں کوئی بھی ایسی چیز لے جائیں جس میں حربیوں کو فائدہ ہو، اور اگر مسلمان یہ اشیاء ان کے ہاں (دار الحرب) لے جاتے ہیں تو سواری اور ہتھیار کے علاوہ باقی اشیاء کو لیجانے سے روکا نہیں جائے گا، اور سواری سے مراد: گھوڑا، خچر، گدھا، اونٹ اور وہ جانور جس پر سامان اٹھایا جاتا ہے، اور ہتھیار سے مراد: وہ ہے جس سے قتال کے لئے بنایا جاتا ہو اور وہ جو لوہے کی جنس میں سے ہو، بیشک یہ تمام ان کو مسلمانوں کے خلاف قتال پر قوت فراہم کرتے ہیں اور ہمیں ان سے منع کیا گیا ہے۔

اور اسی مسئلہ کی مزید تشریح میں فتاویٰ ہندیہ میں منقول ہے؛

" و اجنا س السّلاح ما کبر منہ و ما صغرحتّیٰ الاِبرۃ و المسلّۃ فی کراہیۃ الحمل الیہم علیٰ السواءِ"۔[11]

ترجمہ: اور ہتھیار کی جنس میں چھوٹا بڑا ان کے ہاں لیجانے کی کراہت میں سب برابر ہیں حتی سوئی اور سلائی کی سوئی بھی۔

والحرير و الدّيباج كذلك والسّلاح والقزّالّذى هو غير معمول كذلک۔۔۔و الجِعاف وجفون السّيوف و غُلفها يكره حمل شئءٍ مِن ذلک اليهم لِانَّ هٰذا يستعمل للتقوّى به علىٰ القتالِ۔ والحاصل انَّ ماليس بسلاحٍ بعينه فاِن الغالب عليه اَن يراد لغير السلاح و قد يراد للسلاح فلاباس بِادخاله اليهم ۔ ولابأس بِادخال القطن والثّياب اليهم فاِن كان الغالبُ عندهم انّهم يقاتلون بِالحفتاناتِ المحشوّةِ بالقطن لم يحل ادخال شئٍ مِن ذٰلک اليهم ۔[12]

ترجمہ: ریشم اور دیباج (ریشمی کپڑا) کا حکم بھی اسی طرح ہے، اور ہتھیار اور قزّ (ریشم) جو ابھی بنا ہوا نہ ہو کا حکم بھی اسی طرح ہے۔۔۔۔ تیر دانوں تلواروں کے میانیں اور ان کے غلافوں کو بھی ان کے ہاں لیجانا ناپسندیدہ ہے کیوں کہ یہ اشیاء جنگ میں قوّت حاصل کرنے کے لیئے استعمال کی جاتی ہیں، ماحاصل یہ کہ جو چیز بعینہ ہتھیار نہ ہو پس اگر زیادہ تر اس کا استعمال اسلحہ کے علاوہ کے لئے ہوتا ہو اور اسلحہ کے واسطہ کبھی کبھار ہوتا ہو تو ان کے ہاں لیجانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح روئی اور کپڑا ان کے ہاں لیجانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر ان کے ہاں زیادہ تر ایسا ہوتا ہو کہ روئی سے بھرے خفتان (موٹے کپڑے) پہن کر قتال کرتے ہوں تو پھر ان کے ہاں لیجانا جائز نہیں۔

اور اسی طرح چند اور اشیاء جن کا دار الحرب میں لیجانا جائز ہے مثلاً صفر (پیتل) شبہ (تانبا) رصاص (سیسہ) لیکن اگر دار الحرب والے اپنے زیادہ تر ہتھیار انہی کے ذریعہ بناتے ہوں تو ایسی صورت حال میں ان کا بھی وہاں لیجانا درست نہیں ہے۔[13]

قنا (نیزوں کے ڈنڈے) نشاب (تیروں کے ڈنڈے) جو کچے سرکنڈے کی شکل میں ہوں اور ابھی تک بنے اور تیار نہ ہوں ان کا بھی دارالحرب لے جانا درست نہیں ہے۔ کیوں کہ ان سے اکثر اسلحہ تیار کیا جاتا ہے۔ اور یہی حکم ہے نسور کا (گدھ، عقاب) چاہے زندہ ہو یا مرہ ہوا، اور ان کے پروں کا بھی دار الحرب لیجانا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ بھی بطور ہتھیار تیروں اور نشاب میں پر (فلیچنگ) کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اور العقبان یعنی بڑے شکاری پرندے کا بھی دار الحرب لے جانا درست نہیں ہے اگر اس کے پر بھی اسی مقصد کے لئے استعمال ہوتے ہوں ورنہ درست ہے۔[14]

اور جو احکامات السیر الکبیر میں مختلف اشیاء کے متعلق بیاں کئے گئے ہیں، یہی احکامات علامہ سرخسیؒ نے بھی نقل کیئے ہیں اور فتاویٰ عالمگیریہ میں بھی یہی احکامات اسی طرح منقول ہیں۔[15]

معاملة الكفّارِ جائزةٌ الّا بيع ما يستعين به اهل الحربِ على المسلمين ۔[16]

ترجمہ: کفار کے کوئی بھی معاملہ درست ہے سوائے اس کے کہ ان کو کوئی ایسی اشیاء فروخت کی جائے جو اہل حرب کو مسلمانوں کے خلاف قوّت فراہم کرے۔

ولاينبغى ان يباع السلاح من اهل احرب ولايجهز اليهم لان النبىّ ﷺ نهى عن بيع السلاح من اهل الحرب و حمله اليهم و لان فيه تقويتهم علىٰ قتال المسلمين فيمنع من ذٰلک و كذلک الكراع لما بينّا و كذلک الحديد لانه اصل السلاح و كذا بعد الموادعة لانها شرف النقض او الانقض فكانا حربا علينا و هذا هو القياس فى الطعام و الثياب الاّ انّا عرفناه بالنصّ فانّه ﷺ امر ثمامة ان يمير اهل مكة و هم حرب عليه ۔[17]

ترجمہ: اور جائز نہیں کہ اہل حرب کو ہتھیار فروخت کیا جائے اور نہ ہی ان کی طرف بھیجا جائے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اہل حرب کو ہتھیار فروخت کرنے اور وہاں بھیجنے سے منع کیا ہے، اور اس وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ یہ ان کو مسلمانوں کے خلاف قتال میں قوّت فراہم کرنا ہے، پس اس سے روکا جائے گا، اور اسی طرح کراع (جنگی سواری) بھی، اس علّت کی وجہ سے جو ہم نے بیاں کر دیا ہے، اور اسی طرح لوہا کیوں کہ یہ ہتھیار کی اصل بنیاد ہے، اور اسی طرح (ممنوع ہوگا) صلح یا معاہدہ کے بعد بھی کیوں صلح ٹوٹنے اور ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے، پس وہ ہمارے مقابلہ میں بدستور حربی شمار ہونگے، اور خورد و نوش کے اشیاء میں بھی اصل قیاس کا یہی تقاضہ تھا (عدم جواز) لیکن اس کے برخلاف نص معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے ثمامہ کو حکم دیا تھا کہ اہل مکہ کو غلہ پہنچایئں حالانکہ وہ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں تھے۔

اور تقریباً یہی احکامات جو السیر الکبیر میں مذکور ہیں، ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ بدائع الصنائع میں بھی منقول ہیں؛

"لیس للتاجر ان یحمل الیٰ دار الحرب ما یستعین بہ اہل الحرب من الاسلحۃ ، و الخیل ، والرقیق من اھل الذمۃ ، وکل ما یستعان بہ فی الحرب ، لان فیہ امدادھم ، و اعانتہم علیٰ حرب المسلمین قال اللہ تعالیٰ (ولاتعاونوا علیٰ الاثم و العدوان [18]) ، فلایمکن من الحمل و کذا الحربی اذا دخل دار الاسلام لایمکن من ان یشتری السلاح م، ولو اشتریٰ لایمکن من ان یدخلہ دار الحرب لما قلنا ------

ولاباس بحمل الثیاب و المتاع و الطعام ، و نحو ذٰلک الیہم ، لانعدام معنیٰ الامداد ، ولاعانۃ ، علیٰ ذلک جرت العادۃ من تجار الاعصار ، انہم یدخلون دار الحرب للتجارۃ من غیر ظہور الرد والانکار علیہم ، الاان الترک افضل لانہم یستخفّون بالمسلمین ویدعونہم الی ماھم علیہ ، فکان الکف والامساک عن الدخول من باب صیانۃ النفس عن الھوان ، والدین عن الزوال ، فکان اولیٰ "۔[19]

ترجمہ: تاجر کے واسطے جائز نہیں ہے کہ دار الحرب میں ایسی چیز لیکر جائے جو اہل حرب کو مسلمانوں کے خلاف قوت فراہم کرنے والی ہو جیسے ہتھیار، گھوڑے اور غلام وغیرہ، اور ہر وہ چیز جس سے حرب میں مدد لی جاتی ہو، کیوں کہ ایسا کرنا در حقیقت مسلمانوں کے خلاف گویا کہ ان اہل حرب کی مدد اور تعاون کرنا ہے، اور اس کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے (گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو)، پس ان کے ہاں ایسی اشیاء لیکر جانا ممکن نہیں ہے، اور اسی طرح حربی جب دارالاسلام میں داخل ہو تو اس کے لئے ہتھیار خریدنا جائز نہیں ہے اور اگر خرید لے تو اس سے دار الحرب لیکر جانا اس کے لئے جائز نہیں اس وجہ سے جو ہم نے نقل کیا ہے۔----

اور دار الحرب کپڑے، ساز وسامان اور خورد ونوش کی اشیاء لیکر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں اس میں امداد اور اعانۃ علیٰ المسلمین نہیں ہے، اور یہی زمانے کے تاجروں کی عادت رہی ہے کہ دار الحرب میں تجارت کے لئے جاتے ہیں اور ان پر کوئی نکیر نہیں کی جاتی ہے، مگر اس کا بھی ترک کرنا زیادہ بہتر ہے، کیوں وہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے طور وطریقہ کی طرف بلاتے ہیں، پس اس وجہ سے دارالحرب میں اس جائز تجارت سے بھی رکنا اور باز رہنا گویا کہ اپنے نفس کو ذلّت اور دین کو زوال سے بچانا ہے، پس ایسا کرنا (تجارت ترک کرنا) ہی بہتر ہے۔

دار الحرب میں مختلف حیثیت کے تاجروں (مسلمان تاجر، ذمّی تاجر اور حربی مستامن تاجر) کے احکامات بھی مختلف ہیں۔

در اصل دار الحرب میں سامان لیکر داخل ہونے والے تاجروں کی بنیادی طور پر تین صورتیں بنتی ہیں، ہر ایک کا الگ الگ حکم ہے، ذیل میں مختصر اًان کے احکامات السّیر الکبیر کی روشنی اور دوسرے فقہاء کے اقوال کے تناظر میں پیش ہیں۔

التاجر من المسلمین اذا اراد اَن یّدخل الیھم بامانٍ علیٰ فرسٍ و معہ سلاحٌ وھو لایرید بیعہٗ منھم لم یمنع مِن ذٰلک و لٰکن ھٰذا ان کان یعلم انَّ اہل الحرب لایتعرّضون لہ فی ذٰلک ، و کذلک سائر الدّواب ، لانہ یحتاج الی ان یحمل علیہا البزّ و غیرہ مما یرید الّجارۃ فیہ ، ولکن ان اتّھم علیٰ شئءٍ من ذلک یستحلف باللہ ما یدخلہ للبیع و لایبیعہ فی دار الحرب ۔[20]

ترجمہ: مسلمانوں میں اگر کوئی تاجر ان کے ہاں (دارالحرب) میں امان کے ساتھ داخل ہونے کا ارادہ کرے گھوڑے پر، اور اس کے ساتھ ہتھیار بھی ہو اور وہ تاجر ہتھیار ان کو بیچنے کا ارادہ نہیں رکھتا، تو اسے روکا نہیں جائے گا، لیکن یہ اُس وقت ہے جبکہ معلوم ہو کہ اہل حرب ان اشیاء کے متعلق اس کا پیچھا نہیں کریں گے، اور اسی طرح حکم ہے سارے جانوروں کا بھی (یعنی لیجانا جائز ہے)، کیوں کپڑے اور سامان تجارت وغیرہ لیجانے کے لئے ان جانوروں کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اگر اس شخص پر کسی چیز کے بارے میں شک کیا جائے تو اسے حلف لیا جائے گا کہ وہ اس چیز کو بیچنے کے واسطہ دار الحرب میں داخل نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی اسے وہاں فروخت کرے گا۔ اور یہی حکم انہی الفاظ کے ساتھ فتاویٰ ہندیہ میں بھی منقول ہے۔[21]

اور مسلمان تاجر اگر سمندر کے اندر کشتی میں سامان لیکر جاتا ہے، تو اس کا بھی حکم اسی طرح کا ہو گا یعنی نہیں روکا جائے گا۔ اسی طرح اگر غلام اپنے ساتھ لیکر جانا چاہتا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ کیوں کہ ان کی ضرورت پڑتی ہے سامان لے جانے کے لئے۔

یہ تو مسلمان تاجر کے سلسلہ میں احکامات تھے، اور ذمی کے متعلق امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ؛

"فامّا الذّمیُ اذا اراد الدّخول الیھم بامانٍ فاِنّہ یمنع من اَن یدخل فرساً معہ او بزدوناً او سلاحاً ، بخلاف السلاح و الفرس ، فالظاہر ھناک انّہ یدخلہ للتجارۃلا للحاجۃ "۔[22]

ترجمہ: بہر حال ذمی جب ان کے پاس جانے کا ارادہ کرے پناہ لیکر تو اسے روکا جائے گا کہ اپنے ساتھ گھوڑا، خچر یا ہتھیار لیکر جائے، ہتھیار اور گھوڑے کے برخلاف کیوں کہ یہاں بظاہر یہی لگتا ہے کہ وہ انہیں تجارت کے واسطہ لیکر جارہا ہے نہ کہ ضرورت کے لئے۔

علامہ سرخسیؒ اور فتاویٰ ہندیہ والے اس کی مزید تشریح میں نقل کرتے ہیں کہ مسلمان تاجر یہ اشیاء لیکر جاسکتا ہے اور ذمی کے لئے یہ جائز نہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ بیاں کی گئی ہے کہ ذمی چوں کہ غیر مسلم ہے لہذا بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اشیاء کو ضرورت کی خاطر نہیں بلکہ تجارت کے واسطہ لیکر جانا چاہتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اس ذمی کی ان سے عداوت معروف و مشہور اور اس بات کا خدشہ ظاہر نہ ہو کہ وہ ان اشیاء کو فروخت کرنے کے لئے لیکر جارہا ہے تو پھر ایسی صورت حال میں اسے بھی نہیں روکا جائے گا لیجانے سے، اور چوں کہ مسلمان کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہیں اپنی ذاتی حفاظت کی خاطر لیکر جارہا ہے نہ کہ تجارت کے لیئے، اس لئے مسلمان کے لئے ان کا لیکر جانا جائز ہے، ہاں اگر مسلمان کے متعلق شک وشبہ ہو کہ وہ انہیں وہاں جاکر بھیج دیگا تو ایسی صورت حال میں اس سے بھی لیجانے کی اجازت نہ ہوگی بغیر حلف کے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کو حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے[23]

یہ احکامات ذمّی سے متعلق تھے، اور حربی مستامن یعنی وہ شخص جو اہل حرب میں سے ہے اور پناہ لیکر دار الاسلام میں داخل ہوا اور اب وہ اگر واپس دار الحرب جارہا ہے تو اس کے لئے کیا لیکر جانا جائز ہے اور کیا نہیں تو اس کے متعلق امام محمدؒ فرماتے ہیں؛

"والحربیُّ المستامنُ فی دارنا اذا اراد الرّجوع الیٰ دار الحرب بشیءٍ ممّاذکرنا فاِنہ یمنع مِن ذٰلک الّا اَن یکون مکاریاً سفناً او دوابّ مِن مسلم ذمّیٍ فحینئذ حال المکاری فی ادخال ذٰلک دارالحرب لمنفعۃ الحربیّ کحالہ فی ادخال ذلک لمنفعۃ نفسہ ، و الظاہر من حالہ انہ قصد تحصیل الکراء لنفسہ ، و انہ یرجع بما یدخل بہ فلھذا لایمنع منہ"۔[24]

ترجمہ: اور حربی مستامن ہمارے (دار الاسلام) پاس سے دوبار دار الحرب جانا چاہے ان اشیاء کو لیکر جن کا ذکر ہم کرچکے ہیں، تو اس کو روکا جائے گا ان کو لیجانے سے، ہاں اگر وہ کشتیوں یا جانوروں کا مکاری (کرایہ پر چلانے والا) ہو کسی مسلمان یا ذمی کے لئے، پس اِس وقت اس مکاری کا اُن اشیاء کو دار الحرب لیجانا حربی کے فائدہ کے لئے ایسے ہی ہے جیسا کہ اپنے فائدہ کے لئے لیکر جانا ہے، اور اس صورت حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے کرایہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور وہ ان اشیاء کو واپس لیکر جائے گا جنہیں لیکر داخل ہوا تھا، اس لئے اسے روکا نہیں جائے گا۔

ولو دخل الحربیُّ الینا بامانٍ ومعہٗ کراعٌ او سلاحٌ ورقیقٌ لم یمنع اَن یرجع بما جاء بہ ، لانا اعطینا الامان علیٰ نفسہ وما معہ ، فکما لایمنع من الرجوع الیٰ دار الحرب للوفاء بالامان فکذلک لایمنع من ان یرجع بما جاء بہ ، فان اٰلۃ القتال لاتکون اقویٰ من المقاتل ۔[25]

ترجمہ: اور اگر حربی امان کے ساتھ ہمارے ہاں داخل ہوا اور اس کے ساتھ سواری تھی یا ہتھیار اور غلام، تو ان کو واپس لیجانے سے نہیں روکا جائے گا، کیوں کہ ہم نے اس کی ذات کے ساتھ ساتھ جو کچھ اس کے ساتھ تھا اسے بھی پناہ دی ہے، لہذا جس طرح خود اسکی ذات کو واپس جانے سے منع نہیں کیا جائے گا امان کی پاسداری کی وجہ بالکل اسی طرح جو کچھ وہ لیکر آیا تھا اسے بھی واپس لیجانے سے منع نہیں کیا جائے گا، پس بیشک قتال کا آلہ قتال کرنے والے سے زیادہ قوی نہیں ہے۔

اوپر والے اور اس مسئلہ میں معمولی فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں اس صورت کا بیاں ہے کہ دار الاسلام سے کچھ لیکر جاتا ہے حالانکہ آتے ہوئے وہ اس کے پاس نہیں تھے تو اس سے لیجانے سے منع کیا جائے گا، اور دوسری صورت میں یہ ہے کہ امان لیکر آتے ہوئے ہی اس کے پاس ہتھیار وغیرہ تھے اور اس کے باوجو پناہ دی گئی تھی تو اب واپسی پر بھی ان اشیاء کو لیجانے کی اجازت ہوگی۔

تاجروں کی اقسام سے متعلق السیر الکبیر کا بنیادی اصول

اوپر ذکر کردہ تفصیلات میں تاجروں کی تین بنیادی صورتوں سے متعلق الگ الگ احکامات تھے، اور ان کے بعد امام محمدؒ ان سب سے متعلق ایک بنیادی اصول بھی نقل کرتے ہیں؛

" و اذا كان اہل الحرب اذا دخل علیهم التاجر بشیءٍ من ذلک لم یدعوه یخرج به ، و لکنہم یعطونه ثمنه فانه یمنع المسلم و الذمی من ادخال الخیل و السلاح و الرقیق الیهم ،و لایمنع من ادخال البغال و الحمیر و الثور و البعیر الیهم" ------- الخ[26]

ترجمہ: اور جب اہل حرب کی یہ عادت ہو کہ جب کوئی تاجر ان کے پاس ماقبل میں ذکر کردہ اشیاء لکر داخل ہو تو اُس کو وہ چیزیں واپس لیکر دار الحرب سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں، لیکن وہ اس کی قیمت اداء کرتے ہیں (یعنی قیمت دیکر وہ چیزیں خود رکھ لیتے ہیں) تو ایسی صورت حال میں مسلمان اور ذمی کو بھی ان کے ہاں گھوڑا، ہتھیار اور غلام لیجانے سے روکا جائے گا، اور خچر، گدھا، بیل اور اونٹ لیجانے سے نہیں روکا جائے گا۔۔۔

کیوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اور نہ اپنے سامان کو کندھوں پر اٹھا سکتا ہو۔ اور ضرورت کی حالت کو استثناء حاصل ہوتا ہے، اور گھوڑے، ہتھیار اور غلام میں اس قدر ضرورت نہیں ہوتی، کیوں کہ مقصد ان کے بغیر بھی حاصل ہو سکتا ہے، یہ صرف زینت، آرام و آرائش اور زیادہ احتیاط کے واسطے ہوتے ہیں۔

درجہ بالا اسلامی احکامات کی دور حاضر کے قوانین، معاہدات کے ساتھ مماثلت، خصوصاً Arms Trade Treaty(ATT)

ATT کے دفعہ 6 اور 7 کا خلاصہ

دفعہ 6۔

شق نمبر۔1 کے مطابق کوئی بھی ریاست ہتھیار کی ترسیل و فروخت کی اجازت نہیں دیگا، اگر وہ اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کی پابندیوں کے خلاف ہو۔

شق نمبر۔2 کے مطابق کوئی ریاست اسلحہ برآمد نہیں کریگا اگر معلوم ہو کہ یہ اسلحہ درجہ ذیل کاموں کے لئے استعمال ہو گا۔

- نسل کشی۔
- انسانیت کے خلاف جرائم میں۔
- جنگی جرائم میں۔

دفعہ 7۔

شق نمبر۔1 اسلحہ کے برآمد کرنے سے قبل ریاست جائزہ لے گا کہ؛

- اسلحہ جنگی جرائم میں استعمال ہو سکتا ہے۔
- عالمی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ممکن ہے۔
- امن و سلامتی متاثر ہو سکتی ہے۔

شق نمبر۔2 کے مطابق اگر خطرہ زیادہ ہو تو ریاست اسلحہ کے برآمد (Export) کی اجازت نہیں دے گی۔

اسلحہ کے خرید و فروخت سے متعلق موجودہ دور کے کئی اور بھی قوانین اور معاہدات ہیں جو اسلامی قوانین کی طرح جنگی ہتھیار وغیرہ کی تجارت کسی فرد یا ریاست کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان میں سب سے مشہور و معروف معاہدہ (ATT) ہے، جسے اقوام متحدہ نے 2013ء میں منظور اور 2024ء میں نافذ کیا، اس معاہدہ کی رو سے جنگی ہتھیار وغیرہ سے متعلق جو پابندیاں اور تفصیلات ہیں، وہ بہت زیادہ حد تک السیر الکبیر اور اسلامی فقہ کے احکامات سے مماثلت رکھتے ہیں، اس معاہدہ کے دفعہ 6 اور 7 سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کیوں کہ اس کی رو سے ریاست کو ایسے اسلحہ، ہتھیار وغیرہ کی ترسیل سے روکا جاتا ہے جو جنگی جرائم، انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور امن و سلامتی کو خطرہ ہو،[27] اور اسی معاہدہ کے دفعہ نمبر۔2 کے تحت باقاعدہ ان ہتھیاروں کی تفصیلات اور نام بھی شامل ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں:

- لڑاکا ٹینک (Battle Tanks)۔

- بکتر بند جنگی گاڑیاں(Armoured combat vehicles)۔
- بڑے قبضہ والا توپ کا نظام(Large calibre artillery systems)۔
- لڑاکا طیارے(Combat aircraft)۔
- حملہ آور ہیلی کاپٹر(Attack helicopters)۔
- جنگی جہاز(Worships)۔
- میزائل اور میزائل لانچرز(Missiles and missiles launchers)۔
- ہلکے اور چھوٹے ہتھیار(Small arms and light weapons)۔

اور السیر الکبیر میں بھی ایسے ہی خطرات کے پیشِ نظر اُس وقت کے اہم جنگی ہتھیار وغیرہ کے دشمن کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے جو کہ دشمن کے لئے قوت وطاقت کا ذریعہ بنتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی فقہ اور جدید بین الاقوامی قانون دونوں میں دشمن کو جنگی قوت وطاقت فراہم کرنے کی ممانعت ایک بنیادی مشترکہ اصول ہے۔

دار الحرب والوں کے ساتھ تجارت سے متعلق درجہ بالا تفصیلات کا تحقیقی خلاصہ

معاملات میں اصل اباحت (جواز) ہے۔

اسلامی فقہ کی رو سے خرید و فروخت کے جواز و عدم جواز کا تعلق زیادہ تر فریقین کے مذہبی یا سیاسی حیثیت پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ خرید و فروخت ہونے والی اشیاء کی شرعی حیثیت پر ہوتا ہے، اس لئے السیر الکبیر اور دوسرے فقہاء کے ہاں دار الحرب والوں کے ساتھ خرید و فروخت فی نفسہ جائز اور درست ہے خصوصاً خورد ونوش، لباس اور عام ضروریات وغیرہ کی تجارت۔

دار الحرب والوں کے ساتھ کاروبار میں اصل اباحت ہے لیکن تجارتی تعلقات نہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

معاملات میں اصلاً اباحت ہے اس لئے کسی کے ساتھ بھی تجارتی تعلقات جائز ہیں، البتہ اہل حرب کے ساتھ خرید وفروخت فی نفسہ جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے بہتر اور افضل یہی ہے کہ ان سے تجارتی تعلقات نہ رکھے جائیں، ایمانی غیرت کا بھی یہی تقاضہ ہے، اس لئے ایسے اشیاء میں ان کے ساتھ لین دین کا تعلق رکھنا جن کا متبادل خود مسلمانوں کے ہاں موجود ہو تو مناسب نہیں ہے، البتہ اگر کچھ اشیاء ایسی ہوں کہ ان کے معیار وغیرہ بہت زیادہ بہتر ہوں اور مسلمانوں کے ہاں ان کا متبادل بھی نہ ہو تو بقدر ضرورت خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے، لہذا ان کے مصنوعات کا بائیکاٹ کرکے ان کو معاشی طور پر کمزور کرنا بہتر ہے لیکن اس کو فرض سمجھنا اور نہ کرنے والے کو ان کا ساتھی اور مسلمانوں کا قاتل قرار دینا یا فاسق وفاجر سمجھنا درست رویہ نہیں ہے۔

اہل حرب کے ساتھ ایسے تجارتی تعلقات رکھنا جو مسلمانوں کے خلاف ان کی عسکری ودفاعی قوت وطاقت کا ذریعہ ہوں تو بالکل ناجزئز وحرام ہے۔

ہاں اہل حرب کو ایسے اشیاء فروخت کرنا جو مسلمانوں کے خلاف ان کی عسکری اور دفاعی طاقت کا ذریعہ ہوں، یہ بالکل ناجائز ہے خصوصاً ہتھیار و غیرہ اور ان میں استعمال ہونے والی اشیاء۔ اسی وجہ سے السیر الکبیر اور دوسرے ففقہاء نے اُس وقت کے حساب سے ایسی کئی اشیاء کی خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیا ہے مثلاً۔

- ہتھیار۔
- گھوڑے اور دوسرے جنگی سواری۔
- ہتھیار بنانے کا مواد لوہا وغیرہ۔

- وہ اشیاء جو براہ راست جنگی استعمال میں آتے ہیں، ایسی بہت ساری چیزوں کی تفصیلات اوپر نقل کی گئی ہیں، کیوں کہ ایسی تجارت صراحتاً مسلمانوں کے خلاف ان کو عسکری قوّت فراہم کرنے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی امداد اور تعاون کے مترادف ہے، جو کہ قران وسنّت کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔

بعض دفعہ جنگی مصلحت کی وجہ سے جائز تجارت بھی ممنوع ہو سکتی ہے۔

جنگی حالات میں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو تجارت اصلاً مباح تھا وہ بھی وقتی طور پر کسی مصلحت کی خاطر ناجائز قرار پائے، جیسا کہ السیر الکبیر ہی میں اس کی ایک مثال ہے کہ اگر کسی قلعہ کا محاصرہ ہو تو محاصرہ کے دوران ان کو اشیاء خورد ونوش بھی بیچنا ناجائز ہے حالانکہ یہ اصلاً مباح تھا ،کیوں ایسا کرنے سے ان کی مزاحمتی قوت برقرار رہے گی جو کہ محاصرہ کے مقاصد کے منافی ہے، اس لئے ایسی صورت حال میں ان کا پانی بند کرنا اور راستہ کاٹ دینا بھی جائز ہوتا ہے۔

جن اشیاء کا استعمال ہتھیار اور ہتھیار کے علاوہ دونوں طرح ہو۔

ایسے اشیاء کی تجارت میں دارالحرب والوں کے عادت کا اعتبار ہو گا اگر وہ کثرت سے اس کا استعمال ہتھیار کے طور پر کرتے ہوں تو ایسی اشیاء ان کے ہاں لیکر جانا جائز نہ ہو گا، اور اگر وہ اکثر استعمال ہتھیار کے علاوہ میں کرتے ہوں تو لیجانا جائز ہو گا۔

دار الحرب والوں کی مصنوعات کی خریداری۔

عام طور پر فقہ اسلامی، السیر الکبیر اور جدید بین الاقوامی قوانین اور معاہدات میں زیادہ تر اشیاء کی برآمد (Export) اور فروخت سے متعلق اصول ہیں، اور دارالحرب والوں سے درآمد یعنی خریداری کا تذکرہ کم ملتاہے، لہذا اس میں بھی دراصل وہی اصول لاگو ہونگے، یعنی اگرچہ فی نفسہ ان کی مصنوعات خریدنا مباح اور درست ہو گا، لیکن چون کہ اس میں ان کا معاشی فائدہ ضرور ہوتا ہے اس لئے ایمانی غیرت کا تقاضہ ہے اور فقہی اعتبار سے بھی بہتر اور افضل یہی ہے کہ بغیر سخت مجبوری کے ان کے مصنوعات نہ خریدے جایئں خصوصاً جب ان کا متبادل بھی موجود ہوں۔ لیکن اس میں حد درجہ افراط سے کام لینا اور کفر وحرام کے فتوی لگانا مناسب نہیں ہے۔

درجہ بالا اصولوں کا نفاذ عصر حاضر کے تناظر میں۔

آج کل جب کہ پورا عالم باہمی معاہدات، بین الاقوامی قوانین، تجارتی اور سفارتی تعلقات جیسے مربوط نظام سے وابسطہ ہے، لیکن پھر بھی ان اصولوں پر اسی بیادی روح کے ساتھ عمل کیا جائے گا، آج کے ترقیاتی دور میں بھی تمام ریاستوں کے ساتھ تجارتی تعلقات اصلاً مباح اور جائز تصور ہونگے، البتہ ایسی اشیاء کی خرید وفروخت سے گریز کیا جائے گا جو کسی بھی ریاست کو مسلمانوں کے خلاف یا عالمی امن کے خلاف عسکری یا کوئی بھی تخریبی قوّت وطاقت فراہم کرنے والی ہو، اقوام متحدہ کے منشور کے دفعات میں بھی عالمی امن وامان کے خلاف عسکری طاقت کے استعمال اور ان کی پشت پناہی کو سخت جرم قرار دیا گیا ہے[28] اور (ATT) کے دفعات میں بھی اسی کی نشادہی کی گئی ہے۔

ایسے ہی آج اگر کوئی ریاست مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہو تو ان کے ساتھ عام اشیاء کی تجارت اگرچہ اصلاً مباح اور درست ہے لیکن بہتر، افضل اور ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہو گا کہ ان کے ساتھ خرید وفروخت سے گریز کیا جائے الّا یہ کہ کوئی سخت مجبوری ہو، اسی کو امام محمدؒ نے السیر الکبیر میں یوں بیان کیا ہے؛

"و قد بينا انه لايستحبُّ للمسمينَ أن يدخلوا دارالحرب شيئا ممّا فيه منفعةُ اہل الحرب "۔[29]

ترجمہ: اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے واسطے مستحب (بہتر) نہیں ہے کہ دار الحرب میں کوئی بھی ایسی چیز لیجایئں جس میں اہل حرب کو فائدہ ہو۔

اور ایسی ریاست کے ساتھ عسکری اور دفاعی قوّت اور طاقت دینے والی تجارت قائم کرنا تو بالکل ناجائز اور حرام ہے، کیوں کہ یہ مسلمانوں کے خلاف تعاون اور مدد کے مترادف ہے، اور قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"تَعَاوَنُوا علیٰ البرِّ والتَّقویٰ ولاَتَعاوَنُوا علیٰ الاِثمِ ِ والعُدوَانِ"[30]

ترجمہ: نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

تو مسلمان جب مصیبت میں ہو تو اس کی مدد کرنا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے، اس کے برعکس دشمن کی مدد اور تعاون کرنا ناجائز اور گناہ ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

" المسلم اخو المسلم لایظلمہ و لایسلمہ "[31]

ترجمہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی ظلم میں اس کو تنہا چھوڑ دیتا ہے۔

خلاصہ تحقیق

دار الحرب والوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنا فی نفسہ جائز اور درست ہے لیکن بہتر، افضل اور ایمانی غیرت کا تقاضہ یہی ہے کہ ان سے کوئی بھی ایسی تجارتی تعلقات نہ رکھی جایئں جن میں ان کا فائدہ ہو کیوں کہ جنگی صورت حال میں مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرنی چاہیئے نہ کہ ایسی صورت حال میں دشمن کو فائدہ پہنچایا جائے، البتہ ایسی تجارتی تعلقات جو کسی بھی طرح مسلمانوں کے خلاف دشمن کو دفاعی اور عسکری قوّت فراہم کرے تو وہ بالکل ناجائز اور حرام ہے، اور معاصر زمانے کے قوانین اور معاہدوں میں بھی اس طرح کی خرید و فروخت جو عالمی امن وامان، انسانی حقوق کے خلاف یا ریاست کے خلاف عسکری طاقت مہیا کرتی ہو، جنگی کرائم تصور کیا جاتا ہے، اور اس کے خلاف سخت قانونی کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ اس طرح السیر الکبیر میں دار الحرب والوں کے ساتھ تجارتی تعلقات کے حوالہ سے ذکر کردہ اصول اور احکامات، معاصر زمانے کے قوانین اور معاہدوں خصوصاً ہتھیار وغیرہ کے خرید و فروخت کے اقوانین اقوام متحدہ کے منشور سے بہت زیادہ حد تک مماثلت و مطابقت رکھتی ہیں، البتہ زیادہ تر ذکر کردہ جزئیات اُس زمانے کے حساب سے ہیں انہیں دور حاضر کے تقاضوں اور حالات کے مطابق تطبیق کی ضرورت ہے، جیسا کہ گھوڑا اس وقت اہم جنگی ہتھیار تھا آج کل اس کی وہ حیثیت نہ رہی بلکہ اس کی جگہ دوسری اشیاء نے لے لی ہے۔

حوالہ جات:(References)

[1] ابوالفضل، مولانا عبد الحفیظ بلیاوی۔ مصباح اللّغات۔ مکتبہ قدّوسیہ، اردو بازار، لاہور، پاکستان۔ طبع 199ء۔ ص249۔

[2] لویس معلوف۔ المنجد (عربی اردو)۔ مترجم، عبد الحفیظ بلیاوی۔ خزینہ علم وادب، اردو بازار لاہور، پاکستان۔ ص145۔

[3] احمد رضا (عضوا لمجمع العلمی العربی، دمشق)۔ مجمع متن اللّغۃ۔ مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، لبنان۔ طبع 1380ھ۔ ج2ص53۔

[4] الاحمدی، عبد العزیز بن المبروک۔ اختلاف الدّارین واثارہٗ فی احکام الشّریعۃ الاسلامیۃ۔ مکتبۃ عمادۃ البحث العلمی، مدینہ منوّرہ، سعودیہ العربیہ۔ طبع 2004ء۔ ج1 ص245۔

[5] محمّد رواس قلعجی، محمّد صادق قنیبی۔ معجم لغۃ الفقہاء۔ دار النفائس للطباعۃ والنشر والتوزیع۔ طبع 1480ھ۔ ص205۔

[6] https://ur.wikipedia.org/s/gtzc

[7] النساء۔29۔

[8] شمس الائمہ سرخسی، ابو بکر محمد بن ابی سہل۔ شرح کتاب السیر الکبیر۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ 1997ء۔ باب معاملۃ المسلم المستامن مع اہل الحرب فی دار الحرب۔ ج5ص132۔

[9] شرح السّیر الکبیر، باب ہدیۃ اہل الحرب۔ ج4ص80۔

[10] شرح السیر الکبیر، باب ما یحلّ للمسلمین اَن یّدخلوہ دار الحرب منَ التّجارات۔ ج4ص284۔

[11] جماعۃ من العلماء۔ الفتاویٰ العالمگیریۃ۔ دار الفکر، بیروت، لبنان۔1310ھ۔ ج2ص233۔

[12] شرح السیر الکبیر، باب ما یحلّ للمسلمین اَن یّدخلوہ دار الحرب منَ التّجارات۔ ج4ص285،286۔

[13] ایضاً۔

[14] ایضاً۔

[15] جماعۃ من العلماء نامر السلطان، محمد اورنگزیب عالمگیر۔ الفتاویٰ العالمگیریہ المعروف بالفتاویٰ الھندیہ۔ دار الفکر بیروت، لبنان۔1310ھ۔ کتاب السّیر، الباب السادس، الفصل الاول فی دخول المسلم دار الحرب بامانٍ۔ ج2ص233۔

[16] ابن حجر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ فتح الباری بشرح البخاری۔ المکتبۃ السلفیہ، مصر۔1380ھ۔ کتاب البیوع، باب الشّرا والبیع مع المشرکین واہل الحرب۔ ج4ص410۔

[17] علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی۔ الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔1431ھ۔ باب الموادعۃ ومن یجوز امانہ، مدخل۔ ج2ص382۔

[18] المائدہ۔2۔

[19] علاء الدین، ابو بکر بن مسعود الکاسانی۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ مطبعۃ شرکۃ المطبوعات العلمیہ ومطبعۃ الجمالیۃ، مصر۔1327،28ھ۔ کتاب السیر، فصل فی بیان مایکرہ حملہ الیٰ دار الحرب ومالا یکرہ۔ ج7ص102۔

[20] شرح السیر الکبیر، ج4ص286،287۔

[21] الفتاویٰ الہندیہ، کتاب السیر، الباب السادس، الفصل الاوّل فی دخول المسلم دار الحرب بامانٍ۔ ج2ص233۔

[22] شرح السیر الکبیر۔ باب ما یحلّ للمسلمین اَن یّدخلوہ دار الحرب منَ التّجارات۔ ج4ص287۔

[23] فتاویٰ ہندیہ۔ کتاب السیر، الباب السادس، الفصل الاوّل فی دخول المسلم دار الحرب بامانٍ۔ ج2ص233۔

[24] شرح السیر الکبیر، باب ما یحلّ للمسلمین اَن یّدخلوہ دار الحرب منَ التّجارات۔ ج4ص287،288۔

[25] شرح السیر الکبیر، باب ما یحلّ للمسلمین اَن یّدخلوہ دار الحرب منَ التّجارات۔ ج4ص289۔

[26] شرح السیر الکبیر۔ باب ما یحل للمسلمین ان یدخلوہ دارالحرب من التجارات۔ ج4ص288۔

[27] United Nations , Arms Trade Traty , Adopted 2 April 2013, and entered to into Force 24 Dec 2014 . Article , 2 , 6 ,and 7 . https://en.wikipedia.org/wiki/Arms_Trade_Treaty

[28] UN , Chaarter of the United Nations . Article , 2 (4).

[29] شرح السیر الکبیر، باب ما یحل للمسلمین ان یدخلوہ دارالحرب من التجارات۔ ج4ص284۔

[30] المائدہ۔2۔

[31] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل۔ الصحیح للبخاری۔ دار ابن کثیر، دار الیمامہ، دمشق۔ کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ۔ ج2ص862۔